عالم اسلام کو جدیدیت کے ذریعے مغرب میں سمونے کا کام تین سطحوں پر کیا گیا۔ تصوف کی سطح پر رینے گینوں، تہذیب کی سطح پر سرسید احمد خان اور فکر کی سطح پر خطبات اقبالؒ نے یہ کام سرانجام دیا۔ المیہ یہ ہے کہ سید جمال الدین افغانی، عبدہٗ، سرسید، رشید رضا وغیرہ نہ انگریزی سے واقف تھے۔ نہ مغربی فکر و فلسفے سے لہٰذا یہ مغرب کو سمجھنے کی اہلیت ہی نہ رکھتے تھے۔ علامہ اقبالؒ واحد مفکر تھے جو مغربی فلسفے سے آگہی رکھتے تھے لیکن علوم اسلامیہ سے واقف نہ تھے اور مغربی فکر و فلسفے سے ان کی واقفیت بھی نہایت گہری نہ تھی۔ کلیات مکاتیب اقبال مرتبہ برنی میں شامل خطوط میں اقبال اعتراف کرتے ہیں کہ:

افسوس ہوتا ہے کہ میں نے اپنی عمر یورپ کا فلسفہ وغیرہ پڑھنے میں گنوائی خدا تعالیٰ نے مجھ کو قوائے دماغی بہت اچھے عطا فرمائے تھے اگر یہ قویٰ دینی علوم کے پڑھنے میں صرف ہوتے تو آج خدا کے رسول کی میں کوئی خدمت کرسکتا اور جب مجھے خیال آتا ہے کہ والد مکرم مجھے دینی علوم پڑھانا چاہتے تھے مجھے اور بھی قلق ہوتا ہے کہ باوجود اس کے صحیح راہ معلوم بھی تھی تو بھی وقت کے حالات نے اس راہ پر چلنے نہ دیا۔ [کریم بی بی کے نام ۱۹۱۹ء کا خط، ص ۱۵۷۔۱۵۸: ۳]

مجھے اعتراف ہے کہ میں شریعت کا ماہر نہیں ہوں۔ [۳:۲۱۸]

سود کے متعلق میں نے بحث دیکھی ہے مگر یہ مضمون سخت مشکل ہے اور اس پر لکھنے کے لیے فقہ کی کتابوں پر پورا عبور ہونا چاہیے...... کسی فرد واحد کا اجتہاد کسی مسئلے میں ناکافی سمجھا جائے گا۔ مختلف اسلامی ممالک کے لوگوں کا اسلامی ضمیر بحیثیت مجموعی ان مسائل کا فیصلہ کرے گا۔ [۱۰۰۸، جلد ۴، ۲۵ر جولائی ۲۴ کا خط]

ذاتی رائے میری خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اگر علماء کا فتویٰ میری ذاتی رائے کے خلاف ہو تو سر تسلیم خم ہے۔ [۲۰۹]

مغربی فکر و فلسفے کا مطالعہ اقبال نے قیام یورپ کے تین سالوں میں کیا، لیکن وطن واپسی پر وکالت، سیاسی مصروفیات قلب و نظر کی کشمکش اور گھریلو حالات کے باعث اقبال اس مطالعے سے دست کش ہو گئے تھے۔ شوکت علی کی دعوت پر لکھا تھا کہ تم علی گڑھ میں بلاتے ہو میں خدا گڑھ میں رہتا ہوں ایک طویل عرصے تک وہ خامشی اور تنہائی کی زندگی بسر کرتے رہے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں: میرے فرصت کے اوقات پرائیویٹ لٹریری کام کی نذر ہو جاتے ہیں اس کے علاوہ ایسے معاملے میں مطالعہ کتب کے بغیر مشورہ دینا ممکن نہیں، میں ایک عرصے سے فلسفے کا مطالعہ چھوڑ بیٹھا ہوں، صرف ایک آدھ مسئلے سے دلچسپی باقی ہے، جس کا تعلق آپ کے مضمون سے نہیں۔ [پیرزادہ ابراہیم حنیف کے نام یکم دسمبر ۱۹۲۳ء، ص ۴۹۸]

مجھے اب اسلامی فلسفہ اور تصوف میں پہلی سی دلچسپی باقی نہیں رہی۔ [۸ر مئی ۱۹۳۶ء، عمر دین کے نام ۴:۳۱۱] ایک مدت سے مطالعہ کتب ترک کر چکا ہوں، اگر کبھی کچھ پڑھتا ہوں تو صرف قرآن یا مثنوی رومی۔ [۴:۹۶]

ہم کتاب کے کیڑے ہیں اور مغربی دماغوں کے خیالات ہماری خوراک۔ [۲:۹۸] مغربی فلسفے اور علوم اسلامیہ سے گہری عدم واقفیت کے باوجود اقبال نے اسلام اور مغرب کے مابین تطبیق کی جو کوشش کی اس کے باعث وہ خطرناک گمراہیاں پیدا ہوئیں جس کا ایک رخ خطبات اقبال کے مباحث ہیں اور دوسرا رخ خطوط اقبال میں اقبال کے وہ دعوے ہیں جو علمی استناد سے خالی ہیں: مسلمانوں نے یونانی فلسفے کا مطالعہ کیا لیکن مجھے وثوق کامل ہے کہ وہ جلد اس منزل سے آگے نکل گئے اور بالآخر جدید فلسفے کی بنیاد ڈالی۔ ڈیکارٹ کا طریقہ تحقیق جسے جدید فلسفہ کی اساس سمجھا جاتا ہے۔ غزالی کی احیاء سے اس درجہ مشابہ ہے۔

لیکن اس تمام تر عجز، اعتراف عدم واقفیت کے باوجود قرآن پر کتاب لکھنے کا دعویٰ بھی فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت خود مجھے اپنی ریاست سے پنشن منظور کر دیں تا کہ میں اس قابل ہو جاؤں کہ قرآن پر اپنی کتاب لکھ سکوں، میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ ایک بے نظیر کتاب ہوگی اور ان کے نام اور شہرت کو بقائے دوام بخشے گی۔ یہ جدید اسلام کے لیے ایک بڑی خدمت ہوگی اور میں شیخی نہیں بگھار رہا ہوں، جب یہ کہتا ہوں کہ آج دنیائے اسلام میں میں ہی وہ واحد شخص ہوں جو اس کو کر سکتا ہوں اگر آپ چاہیں تو میں اس کے لیے تیار ہو سکتا ہوں کہ اس کتاب کو اعلیٰ حضرت کی نذر کر دوں اور اس پر کسی طرح کا کوئی حق نہیں رکھوں یہ ایک قابل غور تجویز ہے۔ [۱۷، جلد۴]

اقبالؒ کی عربی و جرمن دانی: ڈاکٹر حمید اللہؒ

اقبالؒ نے تقویۃ الایمان اور عبقات کا مطالعہ نہیں کیا

شبلی اور اقبالؒ کے کردار میں زمین آسمان کا فرق؟

حضرت علامہ اقبالؒ مغرب سے کس قدر مرعوب تھے؟